26

خُدا کی نعمتوں کی قدر کرو

(فرمودہ ۱۰ر جنوری ۱۹۱۹ئہ)

حضور انور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔

"اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اس قدر حمد کے موقعے رکھے ہیں کہ اس کی انتہا نہیں، انسان پر اللہ تعالیٰ کے اس قدر احسان ہیں کہ درحقیقت ہماری طاقت میں نہیں کہ ہم اس کے احسانات کو گن سکیں اور نہ یہ ہماری طاقت میں ہے کہ ان احسانات کے شکریہ کے لیے کوئی لفظ وضع کر سکیں اور نہ ہماری لغت میں اس کے لیے کوئی لفظ ہے۔ بیشک ہماری لغتوں میں بے شمار الفاظ ملتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے موقع پر استعمال ہوتے ہیں، لیکن ہمارے بے شمار کا بھی ایک شمار ہوتا ہے اور ہمارے بے انتہا کی بھی ایک انتہاء ہوتی ہے۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رنجیت سنگھ نے اپنے دربار میں کہا کہ اسلام پر ہمارے مذہب کی برتری کی یہ دلیل ہے کہ بانی اسلام نے صرف ایک چاند اور ایک سُورج بتایا ہے، مگر ہمارے گرووں نے بتایا ہے کہ بے شمار چاند اور بے انت سورج ہیں۔ دربار میں ایک مسلمان وزیر بھی تھا۔ اس نے کہا اگر اجازت ہو تو مَیں اس کا جواب دوں۔ رنجیت سنگھ نے کہا کہ ہاں اس کی اجازت ہے۔ وزیر نے کہا کہ ایک دربار کو صاف کرنے والے بھنگی کو بلوائیے، بھنگی بلوایا گیا۔ وزیر نے اس سے سوال کیا کہ مہاراج کی کتنی فوج ہے۔ بھنگی نے جواب میں کہا۔ جی کوئی انت ہے۔ بھنگی کو واپس کر کے وزیر نے کہا کہ اب ایک فوج کے سپاہی کو بلوائیے۔ سپاہی حاضر ہوا۔ وزیر نے وہی سوال کیا۔ سپاہی نے جواب دیا کہ مہاراج کی فوج میں کروڑوں سپاہی ہیں۔ سپاہی کو بھی واپس کر دیا گیا۔ پھر جنرل صاحب سے یہی سوال دوہرایا۔ جنرل نے کہا حضور سوا لاکھ فوج ہے۔ وزیر نے رنجیت سنگھ سے سوال کیا، حضور اب فرمائیں کہ ان تینوں میں سے کون علم والا ہے۔ اس گفتگو سے رنجیت سنگھ خاموش ہو گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کے نزدیک بے انت اور بے انتہا کی تعریف اس کے علم کے مطابق ہوتی

ہے۔ایک غریب جس کے پاس دس پندرہ روپیہ ہوں وہ دو تین سو روپیہ والے کو بڑا دولتمند خیال کریگا۔اور جس کے پاس دو تین سو روپیہ ہو وہ ہزار دو ہزار والے کو بے انتہا دولتمند خیال کریگا۔اور ہزار دو ہزار والا لاکھ دو لاکھ والے اور لاکھ دو لاکھ والا کروڑ دو کروڑ والے کو متمول سمجھے گا۔

پس ہر ایک شخص دوسرے کے متعلق بے انت اور بے انتہا کے الفاظ استعمال کریگا۔مگر ہر ایک کی جُدا جُدا بے انت اور بے انتہا ہوگی۔جو اس کے علم کے مطابق ہوگی۔

پس ہم یہ تو کہتے ہیں کہ خدا کی حمد کی کچھ انتہا نہیں۔مگر ہمارا یہ کہنا اس دربار کے صاف کرنے والے کے بے انتہا کہنے کے برابر ہے۔کیونکہ ہم جس چیز کو اپنے قیاس میں بے انتہا ٹھہراتے ہیں۔اس کی ایک انتہا ہوتی ہے۔پس اس لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں جن سے ہم خدا کے احسانوں کا شکریہ کر سکیں اور ان احسانوں کو شمار کر سکیں۔مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ان احسانوں کا شکریہ کرنا تو بجائے خود رہا اُلٹی ان کی ناشکری کرتے ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کو حمد سے شروع کیا ہے اور ضلالت اور گمراہی پر ختم کیا ہے۔سورۃ فاتحہ کی ابتدا بسم اللہ سے سمجھو۔یا الحمد للہ سے بہرحال دونوں جگہ برکت اور حمد سے شروع ہوتی ہے اور ختم ہوتی ہے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پر اس میں یہ بتایا کہ بہت لوگ احسانوں کی حمد نہ کرکے مغضوب اور ضال ہو جاتے ہیں۔جب ان کو نعمت دی جاتی ہے تو اس وقت اس کی قدر نہیں کرتے۔بلکہ اس کی قدر کرنے کا خیال اُس وقت پیدا ہوتا ہے۔جب وہ نعمت چلی جاتی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ماتحت خلافت کا سلسلہ جاری ہوا۔جب تک مسلمانوں نے اس کی قدر کی۔وہ ہر طرح کی برکات سے مالا مال کیے گئے۔اگرچہ اس وقت عرب کو غیر سلطنتیں نہایت ہی ذلیل خیال کرتی تھیں۔چنانچہ جب مسلمانوں نے ایران پر حملہ کیا تو شاہِ ایران نے کہا کہ فی سپاہی ایک ایک اشرفی اور ہر افسر کو پانچ پانچ اشرفی دیدی جائیگی اگر تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ[1] اس سے ظاہر ہے کہ ایرانیوں کی نظر میں عربوں کی کیسی ذلیل حالت تھی۔یہ ایسی ادنیٰ بات ہے کہ سرحدی لوگ جب فتنہ کرنے پر آتے ہیں۔تو گورنمنٹ انگریزی کو اگر صلح سے ان کو دبانا منظور ہوتا ہے تو وہ بھی اس سے زیادہ ہی تجویز کرتی ہے لیکن اگر صلح کی بجائے جنگ کے ذریعہ ان کی گوشمالی مدنظر ہوتی ہے۔تو جنگ کرتی ہے اور اس پر بہت خرچ کرنا پڑتا ہے مگر ایرانیوں کی نظر میں عربوں کی اتنی بھی وقعت نہ تھی جتنی کہ سرحدی فتنہ انگیزوں کی انگریزوں کی نظر میں ہوتی ہے مگر یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ وہ جنہیں ذلیل خیال کرتے تھے ۔ انھوں نے بادشاہوں کے تختوں کو اُلٹ دیا۔

---

[1] الفاروق (مصنفہ مولانا شبلی نعمانی) حصہ اوّل صفحہ ۵

یہ حالت مسلمانوں کی کب تک رہی اُس وقت تک جب تک اُنھوں نے خدا کے اس انعام کی قدر کی جو خلافت کے رنگ میں ان پر کیا گیا تھا۔ مگر جب وہ مال دولت کے گھمنڈ میں آگئے اور اس نعمت کو حقیر خیال کرنے لگے تو حضرت عثمانؓ کو قتل کیا۔ حضرت عثمانؓ نے تو ان فتنہ انگیزوں کے مقابلہ میں ہاتھ نہ اُٹھایا۔ مگر اتنا ضرور فرمایا۔ کہ دیکھو تم مجھ کو قتل تو کرتے ہو لیکن یاد رکھو کہ میرے قتل کے بعد مسلمانوں میں ایسا نفاق پیدا ہوگا کہ قیامت تک مسلمان جمع نہیں ہوسکیں گے[1] حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے مگر مسلمانوں میں وہ نااتفاقی پھیلی کہ جس کا سلسلہ نامنقطع ہوگیا۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوتے اور پھر ایک جماعت قائم ہوئی۔ مسلمانوں میں ہر روز نئے نئے فرقے پیدا ہونے لگے جس سے مسلمانوں کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ اور آج وہ اپنی آنکھوں میں آپ ہی ذلیل ہوگئے ہیں۔ اور ان کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسلمان کو نوکر کی ضرورت پڑے تو بجائے مسلمان نوکر رکھنے کے ہندو کو پسند کرتا ہے۔ غیر کی نظر میں انسان ذلیل ہو تو خیر۔ مگر اپنوں کی نظر میں ذلیل ہونا حد درجہ کی ذلت ہے۔

ان لوگوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا رسول ملا اور قرآن جیسی کتاب ملی مگر انھوں نے بے قدری کی۔ رسول کریم پر مسیح کو فوقیت دی اور کہا کہ وہ فوت ہوگئے اور قبر میں ہیں مگر مسیح زندہ خدا کے پاس بیٹھے ہیں۔ پھر کہا مسیح نہ صرف یہ کہ خود مُردہ نہیں۔ بلکہ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ نبی کریمؐ کے فیضان کو انھوں نے بند کر دیا اور آپ کی بادشاہت کو تسلیم نہ کیا، لیکن مسیح کے لیے جائز رکھا کہ وہ آئیگا۔ اور اُمتِ محمدیّہ کی اصلاح کرے گا۔ پس مسلمانوں نے حضرت نبی کریمؐ کی بادشاہت کو پسند نہ کیا اور مسیح کی حکومت کو پسند کیا۔ اس لیے ان پر عیسائی بادشاہ مسلط کئے گئے۔ اور مسلمانوں کی سلطنتیں ایک ایک کرکے مٹا دی گئیں۔ یہ سزا ہے ان کو جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک روا رکھی۔ پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ مُنہ سے بات تو نکل جاتی ہے۔ مگر جب اس کے نتائج نکلتے ہیں تو پتہ لگتا ہے۔ تم لوگ خدا کی نعمتوں اور احسانوں کی قدر اور ان کا شکر کرو۔ اور یاد رکھو کہ جنھوں نے خدا کی نعمتوں کا شکر نہ کیا وہ ہلاک کئے گئے۔ آج تم کو جو نعمت دی گئی ہے۔ یا آئندہ ملے اس کا شکر کرنا تمہارا فرض ہے۔ کیونکہ وہ خدا آج بھی موجود ہے۔ خدا کے انعام کو چھوٹا اور ذلیل نہ سمجھو۔ کیونکہ خدا کی نعمتوں کو ذلیل سمجھنے سے انسان چوڑھوں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تمہیں بھی اس بات کے سمجھنے کی توفیق دے۔"

(الفضل ۱۸ر جنوری ۱۹۱۹ء)

---

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی حالات حضرت عثمانؓ